ابو سعید حنیف احمد محمود۔برطانیہ

*** تقریر ***

تقریر بابت قرآن کریم
وقت 5-7 منٹ

فَلَا تُزَكُّوٓا اَنۡفُسَكُمۡ

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔
اَلَّذِيۡنَ يَجۡتَنِبُوۡنَ كَبٰٓـئِرَ الۡاِثۡمِ وَالۡفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الۡمَغۡفِرَةِ ؕ هُوَ اَعۡلَمُ بِكُمۡ اِذۡ اَنۡشَاَكُمۡ مِّنَ الۡاَرۡضِ وَاِذۡ اَنۡتُمۡ اَجِنَّةٌ فِىۡ بُطُوۡنِ اُمَّهٰتِكُمۡ‌ ۚ فَلَا تُزَكُّوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ‌ ؕ هُوَ اَعۡلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى (النجم:33)

(یہ اچھے عمل والے) وہ لوگ ہیں جو سوائے سرسری لغزش کے بڑے گناہوں اور فواحش سے بچتے ہیں۔یقیناً تیرا رب وسیع بخشش والا ہے۔وہ تمہیں سب سے زیادہ جانتا تھا جب اس نے زمین سے تمہاری نشوونما کی اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹوں میں محض جنین تھے۔پس اپنے آپ کو(یونہی) پاک نہ ٹھہرایا کرو۔وہی ہے جو سب سے زیادہ جانتا ہے کہ متقی کون ہے۔

بدتر بنو ہر ایک سے اپنے خیال میں
شاید اسی سے دخل ہو دارالوصال میں

(براہین احمدیہ حصّہ پنجم،روحانی خزائن جلد21صفحہ 18)

معزز سامعین! مجھے آج سورۃ النجم کی آیت 33 کے ایک حصّہ فَلَا تُزَكُّوٓا اَنۡفُسَكُمۡ پر گفتگو کرنی ہے۔جس کا حضرت مصلح موعودؓ نے یوں ترجمہ فرمایا ہے:"پس اپنی جانوں کو پاک مت قرار دو"اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے اس کا ترجمہ یہ فرمایا کہ "پس اپنے آپ کو(یونہی) پاک نہ ٹھہرایا کرو" جبکہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے ترجمہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "تم اپنی ذاتوں کی شیخی نہ بکھیرا کرو"

خلفاء سلسلہ کے تین ترجموں کو قارئین کے سامنے رکھنے کا مقصد یہ ہے کہ معاشرہ میں بسنے والے لوگوں میں بعض کو شیخی بکھیرنے، فخر ومباحات کا اظہار کرنے اور تکبّر کی حد تک اپنے آپ کو دوسرے لوگوں سے بلند رکھنے یا کرنے کی عادت ہوتی ہے۔جسے اللہ تعالیٰ فَلَا تُزَكُّوٓا اَنۡفُسَكُمۡ کی نصیحت کرتے ہوئے ناپسند فرماتا ہے۔ان مبارک اور ناصحانہ الفاظ سے قبل اللہ تعالیٰ مؤمنوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ وہ تمہیں سب سے زیادہ جانتا ہے جب اس نے زمین سے تمہاری نشوونما کی اور جب تم اپنی ماؤں کی کوکھ میں محض جنین تھے یعنی تم سب کی پیدائش تو ایک ہی طریق سے ہوئی جو گندے خون اور لوتھڑے سے تھی تو پھر غرور اور تکبّر کس بات کا!اور ان نصیحت آمیز الفاظ کے بعد فرمایا هُوَ اَعۡلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى کہ اصل فخر کا مقام تو تقویٰ کا ہے اور اللہ بہت جانتا ہے کہ متقی کون ہے۔

لیکن خود اس تقویٰ کے اظہار سے بھی مؤمن کو روک دیا اور یہ فیصلہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں رکھا کہ تقویٰ اور نیکی کا معیار کس کا زیادہ ہے۔تقویٰ کے اظہار کی اجازت نہ تو انسان کو دی اور نہ ہی معاشرہ میں بسنے والے لوگوں کو دی کہ وہ کسی کی نیکی اور تقویٰ کا اظہار کرتے پھریں۔

عرب کے علاقہ میں بھی فخر ومباحات کے اظہار کا طریق موجود تھا اور ہمارے ایشیائی ممالک کے معاشرے میں بھی پایا جاتا ہے۔دینی تعلیمات کی روشنی میں ایک تو اپنی نیکی اور اپنی ذات پات کا اظہار کرنا ممنوع ہے اور پھر انسانوں کو ظاہر میں ہلاک کرنے والی بیماری مدح اور تعریف وتوصیف ہے۔آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اوّل تو کسی کی بے جا تعریف سے منع فرمایا اور دوم جس کی تعریف کی جا رہی ہو اُسے بھی اس تعریف پر پھُوڑ ہونے اور شیخی مارنے سے بھی منع فرما دیا۔ہمارے معاشرے میں افسران کی تعریفوں کے پُل باندھے جاتے ہیں۔جو مثبت انداز میں ترقی کرنے کے لئے نامناسب عمل ہے۔اس سے انسان اپنے آپ کو عالم کُل سمجھنے لگتا ہے۔اگر ہم اپنے ملک پاکستان ہی کی مثال لیں تو اس کی کئی مثالیں نظر آئیں گی۔سربراہ مملکت یا وزیر مشیر کی ان کے ماتحت اس قدر تعریفیں کرنے لگ جاتے ہیں کہ اس کے بُرے کاموں کو

بھی اچھا گردانتے ہیں اور میڈیا میں اظہار کرتے نظر آتے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں تقریباً تمام سربراہان اور افسران اپنے احکامات پر اس قدر اِتراتے ہیں کہ گویا وہی عالمِ کُل ہیں اور انہی خوابوں میں بسنے کی وجہ سے کسی قسم کے ترقیاتی کام نہیں کرتے۔ جس کی وجہ سے ملک کی ترقی کا رخ الٹی طرف ہو جاتا ہے گویا عوام کو ریلیف دینے والے کام ترقی معکوس کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ہم میں سے بھی بعض لوگوں میں اپنے کام نکلوانے کے لئے افسروں کی بڑائی بیان کرنے کی بُری عادت موجود ہے۔ عام محاورہ میں اسے نمبر بنانا یا نمبر بڑھانا کہتے ہیں جو درست نہیں۔

حدیث میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت عثمانؓ نے حضرت مقدادؓ کو اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھے تعریف کرنے والے کے منہ میں کنکریاں ڈالتے دیکھا۔ حضرت عثمانؓ نے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ

اِذَا رَاَیْتُمُ الْمَدَّاحِیْنَ فَاحْثُوْا فِیْ وُجُوْھِھِمُ التُّرَابَ

(صحیح مسلم، کتاب الزھد والرقاق)

کہ جب تم کسی کو کسی کی تعریف کرتے دیکھو تو ان کے چہروں پر خاک ڈالو یعنی ایسے لوگوں کی بات کو کبھی کوئی اہمیت نہ دو۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دوسرے شخص کی تعریف کر دی۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اپنے بھائی کی تعریف کر کے گردن کاٹ دی ہے اور یہ الفاظ آپ نے تین بار دہرائے (یعنی سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا) اگر تمہیں کسی کی تعریف ہی کرنی ہے تو یہ کہو کہ فلاں کے متعلق میرا یہ خیال ہے۔ اگر وہ بات اس کے متعلق جانتا ہو اور اللہ اس کا نگران ہے۔ مَیں تو اللہ کے مقابل پر کسی کو نیک اور پاک نہیں کہہ سکتا یعنی یوں نہیں کہہ سکتا کہ وہ اللہ کے علم میں بھی نیک ہے۔

(صحیح بخاری کتاب الادب)

سامعین! جہاں تک اپنی تعریف خود کرنے کا تعلق ہے اس حوالے سے بھی ایک روایت ملتی ہے کہ بنی اسد قبیلہ سے ایک خاتون حضرت عائشہؓ سے ملنے آئی۔ جو اپنی نمازوں کی تعریف کرنے لگی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون کے حوالے سے دریافت فرمایا کہ یہ کون ہے؟ حضرت عائشہؓ نے جب عرض کیا کہ وہ اپنی راتوں کے جاگنے اور نفل پڑھنے کا ذکر کر رہی ہے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عمل کو ناپسند فرماتے ہوئے اُسے روک دیا اور فرمایا: عَلَیْکُمْ مَّا تُطِیْقُوْنَ مِنَ الْاَعْمَالِ کہ تم پر اتنا ہی واجب ہے جتنا اعمال بجالانے کی تم کو طاقت ہے۔

اس زمانے کے حکم اور عدل حضرت مسیح موعودؑ نے اس مضمون کو اپنی کتب اور ملفوظات میں بیان فرمایا ہے۔ چند ارشادات پیش ہیں۔ آپؑ فرماتے ہیں:

”تم اپنے تئیں پاک مت ٹھہراؤ کیونکہ کوئی پاک نہیں جب تک خدا پاک نہ کرے۔“

(ملفوظات جلد دہم صفحہ 62 حاشیہ ایڈیشن 1984ء)

پھر فرمایا:

”کبھی یہ دعویٰ نہ کرو کہ مَیں پاک صاف ہوں جیسے کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے فَلَا تُزَکُّوْٓا اَنْفُسَکُمْ (النجم 53) کہ تم اپنے آپ کو مزکّی مت کہو۔ وہ خود جانتا ہے کہ تم میں سے کون متقی ہے۔ جب انسان کے نفس کا تزکیہ ہو جاتا ہے تو خدا تعالیٰ اُس کا متولّی اور متکفّل ہو جاتا ہے اور جیسے ماں بچے کو گود میں پرورش کرتی ہے اسی طرح وہ خدا کی گود میں پرورش پاتا ہے اور یہی حالت ہے کہ خدا تعالیٰ کا نُور اس کے دل پر گر کر کُل دنیاوی اثروں کو جلا دیتا ہے اور انسان ایک تبدیلی اپنے اندر محسوس کرتا ہے لیکن ایسی حالت میں بھی اُسے ہرگز مطمئن نہ ہونا چاہئے کہ اب یہ طاقت مجھ میں مستقل طور پر پیدا ہو گئی ہے اور کبھی ضائع نہ ہو گی۔ جیسے اولاد پر دھوپ ہو تو اس کے یہ معنے ہرگز نہیں ہوتے کہ یہ ہمیشہ ایسی ہی روشن رہے گی۔ اس پر لوگوں نے ایک مثال لکھی ہے کہ دیوار جب دھوپ سے روشن ہوئی تو اُس نے آفتاب کو کہا کہ مَیں بھی تیری طرح روشن ہوں۔ آفتاب نے کہا کہ رات کو جب مَیں نہ ہوں گا تو پھر تو کہاں سے لے گی؟ اسی طرح انسان کو جو روشنی عطا ہوتی ہے۔ وہ بھی مستقل نہیں ہوتی بلکہ عارضی ہوتی ہے اور ہمیشہ اُسے اپنے ساتھ رکھنے کے لئے استغفار کی ضرورت ہے۔ انبیاء جو استغفار کرتے ہیں اس کی بھی یہی وجہ ہوتی ہے کہ وہ ان باتوں سے آگاہ ہوتے ہیں اور ان کو خطرہ لگا رہتا ہے کہ نور کی جو چادر ہمیں عطا کی گئی ہے ایسا نہ ہو کہ وہ چھن جاوے۔ نادان لوگ لاعلمی کی وجہ سے یہ کہتے اور فخر کرتے ہیں کہ مسیح استغفار نہ کرتا تھا۔ حالانکہ یہ بات کسی قسم کے ناز کی نہیں بلکہ رونے اور افسوس کرنے کی ہے۔ اگر وہ استغفار نہ کرتا تھا تو گویا اس نُور سے بالکل محروم تھا جو کہ اللہ تعالیٰ

اپنے برگزیدوں کو عطا کیا کرتا ہے۔ کوئی نبی جس قدر زیادہ استغفار کرنے والا ثابت ہوگا اسی قدر اس کا درجہ بڑا اور بلند ہوگا لیکن جس کو یہ حالت حاصل نہیں تو وہ خطرہ میں ہے اور ممکن ہے کہ کسی وقت اس سے وہ چادر حفاظت کی چھین لی جاوے کیونکہ نبیوں کو بھی وہ مستعار طور پر ملتی ہے اور وہ پھر استغفار کے ذریعہ اسے دائمی طور پر رکھتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ اصل انوار تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں اور نبی ہو یا کوئی اور، سب خدا تعالیٰ سے انہیں حاصل کرتے ہیں۔ سچے نبی کی یہی علامت ہے کہ وہ اس روشنی کی حفاظت بذریعہ استغفار کے کرے۔ استغفار کے یہی معنے ہوتے ہیں کہ موجودہ نور جو خدا تعالیٰ سے حاصل ہوا ہے وہ محفوظ رہے اور زیادہ اَور ملے۔ اسی کی تحصیل کے لئے پنجگانہ نماز بھی ہے تا کہ ہر روز دل کھول کھول کر اس روشنی کو خدا تعالیٰ سے مانگ لیوے جیسے بصیرت ہے وہ جانتا ہے کہ نماز ایک معراج ہے اور وہ نماز ہی کی تضرّع اور ابتہال سے بھری ہوئی دعا ہے جس سے یہ امراض رہائی پا سکتا ہے۔ وہ لوگ بہت بیوقوف ہیں جو دُوری ڈالنے والی تاریکی کا علاج نہیں کرتے۔ میرے پاس اکثر خطوط آتے ہیں مگر ان میں یہی لکھا ہوتا ہے کہ میرے املاک کے لئے یا اولاد کے لئے دعا ہو۔ فلاں مقدمہ یا فلاں مرض ہے وہ اچھا ہو جاوے لیکن مشکل سے کوئی خط ایسا ہوتا ہے جس میں ایمان یا ان تاریکیوں کے دُور ہونے کے لئے درخواست کی گئی ہو۔ بعض خطوط میں یہ لکھا ہوتا ہے کہ مجھے پانسو روپیہ مل جاوے تو مَیں بیعت کر لُوں۔ بیوقوفوں کو اتنا خیال نہیں کہ جن باتوں کو ہم چھوڑانا چاہتے ہیں۔ وہی ہم سے طلب کی جاتی ہیں۔ اسی لئے میں اکثر لوگوں کی بیعت سے خوف کرتا ہوں۔ کیونکہ سچی بیعت کرنے والے بہت کم ہوتے ہیں۔ بعض تو ظاہری شروط لگاتے ہیں جیسے کہ اُوپر ذکر ہوا اور بعض لوگ بعد بیعت کے ابتلاء میں پڑ جاتے ہیں۔ جیسے کسی کا لڑکا مر گیا تو شکایت کرتا ہے، مَیں نے تو بیعت کی تھی یہ صدمہ مجھے کیوں ہوا؟ اس نادان کو یہ خیال نہیں آتا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم باوجود کہ پیغمبر تھے مگر آپ کے گیارہ بچے فوت ہو گئے اور کبھی شکایت نہ کی کہ خداوندا! تُو نے تو مجھے پیغمبر بنایا تھا میرے بچے کیوں مار دیئے۔

غرضکہ یاد رکھو کہ دین کو دنیا سے ہرگز نہ ملانا چاہئے اور بیعت اس نیّت سے ہرگز نہ کرنی چاہئے کہ مَیں بادشاہ ہی بن جاؤں گا یا ایسی کیمیا حاصل ہو جاوے گی کہ گھر بیٹھے روپیہ بنتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں تو اس لئے مامور کیا ہے کہ ان باتوں کو لوگوں سے چھوڑا دیویں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ جو لوگ صدق اور وفا سے خدا تعالیٰ کی طرف آتے ہیں اور اس کے لئے ہر ایک دُکھ اور مصیبت کو سر پر لیتے ہیں تو خدا تعالیٰ ان کو اور ان کی اولاد کو ہرگز ضائع نہیں کرتا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کہتے ہیں کہ مَیں بوڑھا ہو گیا لیکن کبھی نہیں دیکھا کہ صالح آدمی کی اولاد ضائع ہوئی ہو۔ خدا تعالیٰ خود اس کا متکفّل ہوتا ہے۔ لیکن ابتدا میں ابتلاء کا آنا ضروری ہے تا کہ کھوٹے اور کھرے کی شناخت ہو جاوے۔"

(ملفوظات جلد ہفتم صفحہ 123 تا 126)

ایک اور موقع پر متّقی کا دعویدار ہونے کی بجائے اپنے آپ کو پاکیزہ وجود بنانے کی طرف یوں توجہ دلائی۔

"وہ بیان جو کہ بغیر روحانیت و خلوص کے ہے وہ اس پرنالہ کے پانی کی مانند ہے جو موقعہ بے موقعہ جوش سے پڑ جاتا ہے اور جس پر پڑتا ہے اسے بجائے پاک وصاف کرنے کے پلید کر دیتا ہے۔ انسان کو پہلے اپنی اصلاح کرنی چاہئے۔ پھر دوسروں کی اصلاح کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ۔ یعنی اے مومنو! پہلے اپنی جان کی فکر کرو۔ اگر تم اپنے وجود کو مفید ثابت کرنا چاہو تو پہلے خود پاکیزہ وجود بن جاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ باتیں ہی باتیں ہوں اور عملی زندگی میں اُن کا کچھ اثر دکھائی نہ دے۔ ایسے شخص کی مثال اس طرح سے ہے کہ کوئی شخص ہے جو سخت تاریکی میں بیٹھا ہے۔ اب اگر یہ بھی تاریکی ہی لے گیا تو سوائے اس کے کہ کسی پر گر پڑے اور کیا ہو گا۔ اُسے چراغ بن کر جانا چاہیے تا کہ اُس کے ذریعہ سے دوسرے روشنی پائیں۔"

(ملفوظات جلد دہم صفحہ 365-366)

اسی مضمون کو ایک اور موقع پر یوں بیان فرمایا کہ:

"خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم پاک نہیں ہو سکتے جب تک کہ مَیں کسی کو پاک نہ کروں۔ تم اندھے ہو مگر جسے مَیں آنکھیں دوں۔ تم مُردے ہو مگر جسے مَیں زندگی عطا کروں۔ پس انسان کو چاہیے کہ ہمیشہ دُعا میں لگا رہے اور اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کرنے کی سچی تڑپ اور سچی خواہش پیدا کرے اور خدا تعالیٰ کی محبت کی پیاس دل میں پیدا کرے تا کہ پھر خدا تعالیٰ کا فیضان بھی اس کی نصرت کرے اور اسے قدرت نمائی سے اُٹھائے۔ خدا تعالیٰ کی تلاش میں اور اس کی مرضی کے ڈھونڈنے میں فنا ہو جاوے تا خدا پھر اسے زندہ کرے اور شربتِ وصال پلاوے اور اگر انسان جلدی کرے گا اور خدا تعالیٰ کی چنداں پروانہ کرے گا یا معمولی طور سے لاپرواہی کرے گا تو پھر یاد رکھو کہ خدا بھی غنی عن العالمین ہے۔ کیا کوئی ہے جو خدائی قانون کو مٹا سکے جو کہ اس نے فضل کے حصول کے واسطے بنا دیا ہے کہ فضل کے حصول کے امیدوار از راہ نیاز اس دروازے سے داخل ہوں۔ جب ان کی امیدیں پوری ہوں گی ورنہ اگر تمام عمر بھی بھٹکتے پھریں بجز اس اصلی راہ کے (جو اتباع نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے) ہر

گز ہر گز منزلِ مقصود کو نہیں پہنچ سکیں گے۔ خدا تعالیٰ نے ایک راہ بتادی ہے۔ ہلاک ہو گا وہ جو پیروی نہ کرے گا۔ مگر لوگ باوجود سمجھانے کے نہیں سمجھتے اور لاپرواہی کرتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ اس راہ کو جس کی ہم ان کو دعوت دیتے ہیں آزمالیں کہ آیا ہم سچ کہتے ہیں یا جھوٹ۔ ہماری طرف سے تو خدا بحث کر رہا ہے اور اس نے ہماری تائید میں آجتک ہزاروں نشان بھی دکھائے۔ کون شخص ہے جس نے ہمارا کوئی نہ کوئی نشان نہ دیکھا ہو؟۔ ابھی ایک انگریز امریکہ سے ہمارے پاس آیا تھا۔ وہ خود اقرار کر گیا ہے کہ واقعی میں ڈوئی آپ کی پیشگوئی کے عین منشا کے مطابق مرا مگر وہ تو خود بُرا تھا۔"

(ملفوظات جلد دہم صفحہ 280-281)

حضرت مسیح موعودؑ نے ذات پات پر گھمنڈ کرنے والے کو اپنے اعمال درست رکھنے کی نصیحت کرتے ہوئے فرمایا اور اس ضمن میں حضرت فاطمہؓ کی مثال بھی دی کہ پیغمبر زادی بھی اعمال کے ذریعہ ہی دیکھی جائے گی۔ فرماتے ہیں:

"بعض نادان ایسے بھی ہیں جو ذاتوں کی طرف جاتے ہیں اور اپنی ذات پر بڑا تکبّر اور ناز کرتے ہیں۔ بنی اسرائیل کی ذات کیا کم تھی جن میں نبی اور رسول آئے تھے۔ لیکن کیا اُن کی اس اعلیٰ ذات کا کوئی لحاظ خدا تعالیٰ کے حضور ہوا۔ جب اس کی حالت بدل گئی۔ ابھی مَیں نے کہا ہے کہ ان کا نام سؤر اور بندر رکھا گیا اور اسے اس طرح پر انسانیت کے دائرہ سے خارج کر دیا۔ مَیں نے دیکھا ہے کہ بہت لوگوں کو یہ مرض لگا ہوا ہے۔ خصوصاً سادات اس مرض میں مبتلا ہیں۔ وہ دوسروں کو حقیر سمجھتے ہیں اور اپنی ذات پر ناز کرتے ہیں۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے ذات کچھ بھی چیز نہیں ہے اور اُسے ذرا بھی تعلق نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو سیّد وُلدِ آدم اور افضل الانبیاء ہیں۔ انہوں نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہؓ سے صاف طور پر فرمایا کہ اے فاطمہؓ! تو اس رشتہ پر بھروسہ نہ کرنا کہ مَیں پیغمبر زادی ہوں۔ قیامت کو یہ ہرگز نہیں پوچھا جائے گا کہ تیرا باپ کون ہے۔ وہاں تو اعمال کام آئیں گے۔ مَیں یقیناً جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے قرب سے زیادہ دور پھینکنے والی اور حقیقی نیکی کی طرف آنے سے روکنے والی بڑی بات یہی ذات کا گھمنڈ ہے کیونکہ اس سے تکبّر پیدا ہوتا ہے اور تکبّر ایسی شئے ہے کہ وہ محروم کر دیتا ہے۔ علاوہ ازیں وہ اپنا سارا سہارا اپنی غلط فہمی سے اپنی ذات پر سمجھتا ہے کہ مَیں گیلانی ہوں یا فلاں سیّد ہوں۔ حالانکہ وہ نہیں سمجھتا کہ یہ چیزیں وہاں کام نہیں آئیں گی۔ ذات اور قوم کی بات تو مرنے کے ساتھ ہی الگ ہو جاتی ہے۔ مرنے کے بعد اس کا کوئی تعلق باقی رہتا ہی نہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں یہ فرماتا ہے مَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ۔ کوئی بُرا عمل کرے خواہ کتنا ہی کیوں نہ کرے اس کی پاداش اس کو ملے گی۔ یہاں کوئی تخصیص ذات اور قوم کی نہیں اور پھر دوسری جگہ فرمایا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکرّم وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔

پس ذاتوں پر ناز اور گھمنڈ نہ کرو کہ یہ نیکی کے لئے روک کا باعث ہو جاتا ہے۔ ہاں ضروری یہ ہے کہ نیکی اور تقویٰ میں ترقی کرو۔ خدا تعالیٰ کے فضل اور برکات اسی راہ سے آتے ہیں۔ مَیں خوب جانتا ہوں کہ ہماری جماعت اور ہم جو کچھ ہیں اسی حال میں اللہ تعالیٰ کی تائید اور اس کی نُصرت ہمارے شاملِ حال ہو گی کہ ہم صراط مستقیم پر چلیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اور سچی اتباع کریں۔ قرآن شریف کی پاک تعلیم کو اپنا دستور العمل بناویں اور ان باتوں کو ہم اپنے عمل اور حال سے ثابت کریں نہ صرف قال سے۔ اگر ہم اس طریق کو اختیار کریں گے۔ تو یقیناً یاد رکھو کہ ساری دنیا بھی مل کر ہم کو ہلاک کرنا چاہے تو ہم ہلاک نہیں ہو سکتے اس لئے کہ خدا ہمارے ساتھ ہو گا۔"

(ملفوظات جلد ہفتم صفحہ 188-189)

ایک موقع پر حضرت فاطمہؓ کی مثال دیتے ہوئے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ پوست کو پسند نہیں کرتا۔ وہ تو رُوحانیت اور مغز کو قبول کرتا ہے۔ اس لئے فرمایا۔ لَنْ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُھَا وَلَا دِمَآؤُھَا وَلٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ اور دوسری جگہ فرمایا اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ۔ حقیقت میں یہ بڑی نازک جگہ ہے۔ یہاں پیغمبر زادگی بھی کام نہیں آسکتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہؓ سے بھی ایسا ہی فرمایا۔ قرآن شریف میں بھی صاف الفاظ میں فرمایا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ یہودی بھی تو پیغمبر زادے ہیں۔ کیا صدہا پیغمبر اُن میں نہیں آئے تھے مگر اس پیغمبر زادگی نے اُن کو کیا فائدہ پہنچایا۔ اگر اُن کے اعمال اچھے ہوتے تو وہ ضُرِبَتْ عَلَیْھِمُ الذِّلَّۃُ وَالْمَسْکَنَۃُ کے مصداق کیوں ہوتے۔ خدا تعالےٰ تو ایک پاک تبدیلی کو چاہتا ہے بعض اوقات انسان کو تکبرِ نسب بھی نیکیوں سے محروم کر دیتا ہے اور وہ سمجھ لیتا ہے کہ میں اسی سے نجات پاؤں گا جو بالکل خیال خام ہے۔"

(ملفوظات جلد ہفتم صفحہ 104)

استغفار کا ہی ایک اور جگہ یوں ذکر فرمایا :

"گناہ جو انسان سے صادر ہوتا ہے اگر انسان یقین سے توبہ کرے۔ تو خدا بخش دیتا ہے۔ پیغمبر خدا جو ستّر بار استغفار کرتے تھے حالانکہ ایک دفعہ کے استغفار سے گزشتہ گناہ معاف ہو سکتے تھے پس اس سے ثابت ہے کہ استغفار کے یہ معنے ہیں کہ خدا تعالیٰ آئندہ ہر ایک غفلت اور گناہ کو دبائے رکھے اس کا صدور بالکل نہ ہو۔ فَلَا تُزَكُّوْۤا اَنْفُسَكُمْ (النجم 33 :) سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ معصوم اور محفوظ ہونا تمہارا کام نہیں خدا کا ہے۔ ہر ایک نور اور طاقت آسمان سے ہی آتی ہے۔"

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 162 ایڈیشن 2016ء)

سامعین! اس مضمون کی تائید میں حضرت مسیح موعودؑ کے بہت سے ارشادات مل جاتے ہیں مگر طوالت سے بچتے ہوئے ایک دو اقتباس اور بیان کر دیتا ہوں۔ آپ کامل اتباع اور عمل درست کرنے کے حوالے سے فرماتے ہیں:

"مختصر یہ کہ نجات نہ قوم پر منحصر ہے نہ مال پر بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے اور اس کو اعمال صالحہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل اتباع اور دعائیں جذب کرتی ہیں۔ قوم کا ابتلاء بھی مال کے ابتلاء سے کم نہیں۔ بعض لوگ دوسری قوموں کو حقیر سمجھتے ہیں۔ اس ابتلاء میں سیّد سب سے زیادہ مبتلا ہیں۔ ایک عورت گدا گر ہمارے ہاں آئی۔ وہ کہتی تھی مَیں سیّدانی ہوں۔ اس کو پیاس لگی اور پانی مانگا تو کہا کہ پیالہ دھو کر دینا کسی اُمّتی نے پیا ہو گا اس قسم کے خیالات ان لوگوں میں پیدا ہوئے ہوئے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے حضور ان باتوں کی کچھ قدر نہیں۔ اس نے فیصلہ کر دیا ہے۔ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ"

(ملفوظات جلد ہشتم صفحہ 111)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

" مَیں اپنے نفس میں کوئی نیکی نہیں دیکھتا اور مَیں نے وہ کام نہیں کیا جو مجھے کرنا چاہئے تھا اور مَیں اپنے تئیں صرف ایک نالائق مزدور سمجھتا ہوں۔ یہ محض خدا کا فضل ہے جو میرے شامل حال ہوا۔ پس خدائے قادر اور کریم کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس مشت خاک کو اس نے باوجود ان تمام بے ہنریوں کے قبول کیا۔"

(روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 409-410)

پھر ایک جگہ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

" ہمارے لئے بھی بہتر ہے کہ جیسے ہم در حقیقت خاکسار ہیں۔ خاک ہی بنے رہیں جبکہ ہمارا مولیٰ ہم سے تکبّر اور نخوت پسند نہیں کرتا تو کیوں کریں۔ ہمارے لئے ایسی عزّت سے بے عزتی اچھی ہے جس سے ہم مورد عتاب ہو جائیں۔"

(مکتوباتِ احمد جلد 1 صفحہ 316 مکتوب نمبر 8)

فرمایا:

"میں اپنی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ تکبّر سے بچو کیونکہ تکبّر ہمارے خداوند ذوالجلال کی آنکھوں میں سخت مکروہ ہے۔ مگر تم شاید نہیں سمجھو گے کہ تکبّر کیا چیز ہے۔ پس مجھ سے سمجھ لو کہ مَیں خدا کی روح سے بولتا ہوں۔ ہر ایک شخص جو اپنے بھائی کو اس لئے حقیر جانتا ہے کہ وہ اس سے زیادہ عالم یا عقلمند یا ہنر مند ہے وہ متکبّر ہے کیونکہ وہ خدا کو سر چشمہ عقل اور علم کا نہیں سمجھتا اور اپنے تئیں کچھ چیز قرار دیتا ہے کیا خدا قادر نہیں کہ اس کو دیوانہ کر دے اور اس بھائی کو جس کو وہ چھوٹا سمجھتا ہے اس سے بہتر عقل اور علم دیدے"

(نزول مسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 402)

ہمارے موجودہ پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک نجی ملاقات میں عاجزی اور انکساری کے تحت ایک کہاوت یوں بیان فرمائی کہ ایک بڑے آدمی کے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ آپ کی اس تحریر میں فلاں لفظ غلط لکھا ہے۔ آپ نے قلم پکڑ کر اُس لفظ کو شکایت کرنے والے کے مطابق کر دیا اور اُس کے چلے جانے کے بعد پھر اصل لفظ لے آئے اور جواب دیا کہ اگر میں اپنی بات پر زور دیتا تو شکایت کرنے والے کو یہ تاثر ملتا کہ مَیں بڑا متکبّر انسان ہوں۔ آپ ایدہ اللہ تعالیٰ نے 28 / مئی 2021ء کو یومِ خلافت کے موقع پر ایک بصیرت افروز خطبہ ارشاد فرمایا۔ جس میں آپ نے اسی مضمون کے تحت اپنے آپ کو کمزور انسان کہتے ہوئے عاجزانہ طور پر اللہ تعالیٰ کے افضال اور جماعت کی غیر معمولی ترقیات کا ذکر فرمایا۔

حضور ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

”جماعت کا جو تعارف اور دنیا میں اس کا غیر معمولی طور پر اظہار اس دور میں، ہر طبقے میں اور ہر سطح پر ہوا ہے یہ غیر معمولی ہے۔ مَیں تو ایک بہت کمزور انسان ہوں میری کسی خوبی کی وجہ سے یہ ترقی نہیں ہو رہی۔ دنیا کی حکومتوں کے سر کردہ لوگوں اور ایوانوں میں جماعتِ احمدیہ کا تعارف ہو رہا ہے تو یہ صرف اور صرف خدا تعالیٰ کے فضلوں اور اس کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کیے گئے وعدوں کی وجہ سے ہو رہا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق ہو رہا ہے۔ ہر روز اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے نظارے ہم دیکھ رہے ہیں۔“

(الفضل انٹرنیشنل 18/جون 2021ء)

پھر حضور ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

”عاجزی اور انکساری ایک ایسا خلق ہے جب کسی انسان میں پیدا ہو جائے تو اس کے ماحول میں اور اس سے تعلق رکھنے والوں میں باوجود مذہبی اختلاف کے جس شخص میں یہ خلق ہو اس پر انگلی اٹھانے کا موقعہ نہیں ملتا بلکہ اس خُلق کی وجہ سے لوگ اس کے گرویدہ ہو جاتے ہیں، اس سے تعلق رکھنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ ہمیں تاریخ انسانی میں سب سے زیادہ عاجزی اگر کسی میں نظر آتی ہے تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے چنانچہ دیکھ لیں باوجود خاتم الانبیاء ہونے کے آپ اپنے ماننے والوں کو یہی فرماتے ہیں کہ مجھے موسیٰ پر فضیلت نہ دو اور اس یہودی کو بھی پتہ تھا کہ باوجود اس کے کہ میں یہودی ہوں اور جھگڑا میرا مسلمان سے ہے اور پھر معاملہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے تعلق رکھتا ہے اپنے اس جھگڑے کا معاملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہی لاتا ہے، آپ کی خدمت میں ہی پیش کرتا ہے۔ کیونکہ مذہبی اختلاف کے باوجود اس کو یہ یقین تھا اور وہ اس یقین پر قائم تھا کہ یہ عاجز انسان صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اپنی بڑائی ظاہر کرنے کی کوشش نہیں کریں گے اور اس یہودی کو یہ بھی یقین تھا کہ میرا دل رکھنے کے لئے اپنے مرید کو یہی کہیں گے کہ مجھے موسیٰ پر فضیلت نہ دو۔ یہ یقین اس لئے قائم تھا کہ آپ کی زندگی جو زندگی اس یہودی کے سامنے تھی اس سے یہی ثابت ہوا تھا اور آپ کا یہ حسن خلق اس کو پتہ تھا اور یہ حسنِ خلق آپ میں اس لئے تھا کہ وہ شرعی کتاب جو آپ پر اتری یعنی قرآن کریم اس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ”اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو جواباً کہتے ہیں سلام“۔ یعنی جھگڑے کو بڑھاتے نہیں بلکہ وہیں معاملہ نپٹا کر ایک طرف ہو جاتے ہیں۔ اور اگر کوئی جھگڑا کرنے کی کوشش بھی کرے تو اس کو آگے نہیں بڑھنے دیتے۔ جاہلوں کی طرح ذرا ذرا سی بات پر سالوں جنگیں لڑنے کی ان کو عادت نہیں ہے۔ تو یہ ہے وہ حسن خلق جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں تھا اور جو آپ اپنی اُمّت میں پیدا کرنا چاہتے تھے۔“

(خطبہ جمعہ 2/ جنوری 2004ء)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عاجزی، انکساری اور خاکساری اپنانے کی توفیق عطا فرمائے اور اللہ کا کمزور وناتواں بندہ سمجھنے اور اس کا اس رنگ میں اظہار کرنے کی توفیق دے تا کہ جماعت احمدیہ الٰہی وعدوں اور پیش گویوں کے مطابق ترقیات کی منازل طے کرتی چلی جائے۔ آمین

(بتعاون: زاہد محمود)